۷۸۶

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس

خطبۂ صدارت

نواب کمال یار جنگ بہادر

ورنگل
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

مطبوعہ
اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد

خطبۂ صدارت حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس

برادرانِ وطن!

میں حیدرآباد کی اس قدیم تعلیمی کانفرنس کے کارکنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے آج کرسی صدارت سے آپ کو مخاطب کرنے کا موقع دیا۔ میں نے کلکتہ کی آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے موقع پر بھی یہی کہا تھا اور آج بھی اسی بات کو دُھراتا ہوں کہ میں ماہر فنِ تعلیم نہیں ہوں اور نہ مسائل تعلیمی سے مجھے کوئی علمی تعلق ہے۔ ایک شہری کی حیثیت سے میں ان مسائل پر غور کرنے کا عادی رہا ہوں۔ اور اسی اعتبار سے حیدرآباد کے تعلیمی مسائل سے متعلق اپنے چند خیالات ظاہر کروں گا۔

ملک کے تعلیمی مسائل سے عوام کی گہری دلچسپی ایک نہایت خوش آئند علامت ہے۔ لیکن ایک ہی مقصد کیلئے دو اداروں کا قیام و وجود میری رائے میں نہ صرف غیر ضروری بلکہ مضرت رساں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض ہندو پبلک کارکنوں کو حیدرآباد کی تعلیمی پالیسی سے اختلاف ہے لیکن وہ اختلاف ایسا نہیں ہے جو بآسانی دُور نہ ہو سکے۔

مسئلۂ زبان

حیدرآباد میں ہندو مسلم مفاہمت کی جو بھی کوششیں ہوئیں ان میں زبان کا مسئلہ ہمیشہ زیر بحث آیا اور بلا کسی دقت کے طے بھی پا گیا۔ میں صرف آخری دو کوششوں کا

ذکر کروں گا جن میں اس مسئلہ پر خاص توجہ کی گئی تھی۔

آپ کو یاد ہو گا کہ جولائی ۱۹۳۷ء میں پنڈت یم ہنمنت راؤ، نواب بہادر یار جنگ بہادر مسٹر کاشی ناتھ راؤ دیدیا اور نواب میر اکبر علیخاں صاحب بیرسٹر ایک ایسی کمیٹی کے ارکان منتخب ہوئے تھے جو مشترکہ پلاٹ فارم کے امکانات پر غور و رپورٹ کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اگرچہ اس کمیٹی کی کوئی رپورٹ پبلک میں پیش نہ ہو سکی لیکن جہاں تک مجھے خانگی ذرائع سے معلوم ہوا ہے ہمارے نظام تعلیم میں مقامی زبانوں کی حیثیت کا مسئلہ زیر بحث آیا اور یہ طے پایا کہ ابتدائی مدارس میں ذریعہ تعلیم طلباء کی مادری زبان ہو اور فوقانی اور جامعاتی منازل میں ملک کی مشترکہ زبان یعنے اُردو ہو۔ درمیانی درجوں میں ذریعہ تعلیم کا مسئلہ ماہران فن تعلیم کی رائے اور محکمہ فینانس کی سہولت پر منحصر رکھا جائے۔ البتہ ہندو لڑکیوں کو اس امر کی اجازت ہو کہ وہ فوقانی جماعتوں تک بھی اپنی مادری زبان کے ذریعہ تعلیم حاصل کر سکیں لیکن ملک کی مشترکہ زبان یعنی اردو بطور ثانوی زبان کے ہندو لڑکیوں کو بھی لازماً پڑھائی جائے۔ کمیٹی کی یہ بھی رائے تھی کہ مسلمان طالبعلموں کو اپنے اپنے صوبہ کی مقامی زبان ضرور سیکھنی چاہیئے۔

اس کے چند سال بعد مسٹر نرسنگ راؤ اور نواب بہادر یار جنگ بہادر کے درمیان جو گفتگوئے مفاہمت ہوئی اس میں بھی مقامی زبانوں اور ذریعہ تعلیم کا مسئلہ نہ صرف طویل مباحث کا موضوع بنا رہا بلکہ بحمد اللہ تصفیہ بھی پا گیا۔ میں اس موقع پر گفتگوئے مفاہمت کی شائع شدہ روئداد کا وہ حصہ نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جو اس موضوع سے متعلق ہے۔

اُس مسئلہ پر طویل بحثیں ہوتی رہیں کہ نصاب مدارس میں مقامی زبانوں کا کیا مقام ہونا چاہیئے۔ اور تعلیم کی ادنےٰ ثانوی اور ثانوی منازل میں ذریعہ تعلیم کیا

ہونا چاہیے۔"

"اس خیال سے کامل اتفاق کرتے ہوئے کہ مقامی زبانوں کی مناسب حوصلہ افزائی ہونی چاہیے نواب بہادر یار جنگ بہادر ابتداءً اس امر پر مصر تھے کہ بجز تحتانی منزل کے تمام منازل کے لیے حیدرآباد کی مشترکہ زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دینا چاہیے۔ نواب صاحب کی یہ رائے تھی کہ مشترکہ اور قومی زبان کے مقابلہ میں صوبہ واری زبانوں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے سے' نیز اس واقعہ سے کہ آندھرا مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسیں غیر شعوری طور پر مرکز گریز ذہنیت پیدا کر رہی ہیں' شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں اور اس سے وہ لوگ جو ریاست حیدرآباد کے استحکام اور سیاسی وحدت کے حامی ہیں ایک خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

"مسٹر نرسنگ راؤ نے نواب صاحب کے آگے تفصیل کے ساتھ وضاحت کی کہ یہ شبہات بے بنیاد ہیں۔ صوبہ واری زبانوں کے حامی جو کچھ چاہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ طلبہ اپنی مادری زبان میں اتنی قابلیت پیدا کر سکیں کہ مضامین لکھ سکیں' معیاری مصنفین کی کتابیں پڑھ سکیں اور ان زبانوں میں کسی موضوع پر بحث کر سکیں مسٹر نرسنگ راؤ نے کہا کہ تمام حیدرآبادی اردو کو ریاست کی مشترکہ زبان سمجھتے ہیں اور اس حیثیت سے اس کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اس اندیشہ کے متعلق کہ مرکز گریز قوتیں پیدا ہو رہی ہیں' مسٹر نرسنگ راؤ نے یقین دلایا کہ جب تمام حیدرآبادیوں کا ایک مشترکہ سیاسی ادارہ وجود میں آجائے گا' صوبہ واری ادارے جیسے آندھرا' مہاراشٹرا' اور کرناٹک کانفرنسیں اپنی موجودہ صورت میں باقی نہ رہیں گی۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے یہ بھی بیان کیا کہ مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ صرف ادنے ثانوی منزل تک محدود رہے گا اور اعلےٰ منازل تک وسعت نہ پائے گا۔

"اُن دو نمائندوں میں بالآخر یہ طے پایا کہ دیہی رقبوں میں طالب علم کی مادری زبان ادنے ثانوی مدارس میں بھی ذریعہ تعلیم قرار دیجائے اور اُردو کو ایک لازمی زبانِ دُوم کی حیثیت سے تمام تحتانی اور ادنے ثانوی مدارس میں جماعت سوم سے پڑھایا جائے"۔

"ایسے مقامات پر جہاں مسلمان یا اُردو بولنے والے طلباء کی تعداد بہت قلیل ہو ان کی تعلیم کے لئے خاص انتظامات ہونے چاہئیں لیکن جہاں ایسے طلباء کافی تعداد میں موجود ہوں مدارس میں ان کے لئے باضابطہ متوازی جماعتیں قائم کیجا سکتی ہیں۔ تمام مسلمان یا اردو بولنے والے طلبہ کو مجبور کیا جانا چاہئے کہ وہ جماعت سوم سے جماعت ہشتم تک کوئی ایک مقامی زبان بطور زبان دوم لیں۔

"شہری رقبوں میں صورت حال برقرار رہے یعنے ابتدائی تعلیم بچے کی مادری زبان میں دیجانی چاہئے۔ اردو کی تعلیم تیسری جماعت سے شروع ہونی چاہئے اور جماعت ششم سے اس کو ذریعہ تعلیم قرار دینا چاہئے لیکن تمام ادنے ثانوی جماعتوں میں مقامی زبان کو ایک لازمی زبان دوم کے طور پر پڑھانا چاہئے بلدہ حیدرآباد کے مسلم طلبہ کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ وہ جماعت سوم سے ہشتم تک تین مقامی زبانوں میں سے کوئی ایک زبان بطور زبان دوم لیں"!

"یہ طے کیا گیا کہ اعلےٰ ثانوی اور جامعی منازل میں ذریعہ تعلیم میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔ البتہ شہری رقبوں میں بھی مادری زبان کو ادنے ثانوی منازل میں ذریعہ تعلیم بنانے کی خانگی کوششوں کو تسلیم کرنا چاہئے اور حکومت کی جانب سے انکی مالی حوصلہ افزائی کیجانی چاہیئے بشرطیکہ ایسے مدارس سررشتہ تعلیمات کے قواعد کی پابندی کریں۔ یہ طے پایا کہ نظام کالج کا الحاق جامعہ مدارس سے منقطع ہونا چاہئے لیکن اس کالج میں ذریعہ تعلیم میں اچانک تغیر نہ ہو، کیونکہ اس طریقۂ عمل سے

ان طلبہ کے نظام العمل میں رخنہ پڑجائے گا جو اپنی تعلیم نظام کالج میں بذریعہ انگریزی مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ پس یہ طے پایا کہ نظام کالج میں انگریزی کی جگہ اردو کو دس سال کی مدت میں ذریعہ تعلیم بنانا چاہئے۔

"یہ طے پایا کہ اس تغیر کو عمل میں لانے کے بعد اسکول فائنل سسٹم فسخ کردیا جائے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ حکومت سے یہ درخواست کیجائے کہ انتظامی اور مالی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سمجھوتے کو جہاں تک جلد ممکن ہو عملی جامہ پہنائے"۔

میں نے آپ کے سامنے مسئلہ زبان کی حد تک ہندو اور مسلم پبلک کارکنوں کے غور کردہ اور متفقہ آرا رکھدیئے ہیں۔ ان ہر دو تصفیہ جات میں جو امر مشترک ہے وہ یہ کہ ابتدائی درجوں میں ذریعہ تعلیم مادری زبان ہو تو فوقانی اور جامعاتی درجوں میں اردو رہے۔ درمیانی منازل کی حد تک جہاں پہلی کمیٹی نے مسئلہ کو ماہرین کی رائے پر چھوڑ دیا تھا وہاں نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مسٹر رنگت راؤ نے اس گتھی کو بھی سلجھالیا جس کے لئے یہ ہر دو اصحاب مستحق مبارکباد ہیں۔

دیگر اختلافی مسائل

اسی سلسلہ میں میں چند اور ایسے امور کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن پر چند آیا پیپلس کانفرنس یا ہندو جماعت نے بارہا زور دیا ہے۔ میری مراد ان گشتیات سرکار عالی سے ہے جن کا تعلق قیام مدارس خانگی اور اکھاڑہ جات سے ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ متذکرہ صدر کمیٹی میں یہ گشتیات بھی علاوہ دیگر مسائل کے زیر بحث آئیں خانگی مدارس کی گشتی سے متعلق کمیٹی نے طے کیا کہ گشتی مذکور کے فقرات پر شائکی اداروں کے مشورے سے حکومت نظر ثانی کرے تاکہ اجازت قیام مدارس خانگی میں غیر ضروری تعویق یا سختی نہ ہو۔ اکھاڑہ جات کی گشتی سے متعلق

یہ رائے قرار پائی کہ گشتی مذکور ایک موقتی چیز ہے اور باہمی بے اعتمادی کے رفع ہو جانے کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

ایک تیسرا مسئلہ جو پیپلس ایجوکیشنل کانفرنس کے پلاٹ فارم سے اٹھایا گیا ہے وہ ہندو طلباء کی مذہبی تعلیم سے متعلق ہے۔ اس مسئلہ کی حد تک بھی مشترک پلاٹ فارم کی کمیٹی نے یہ رائے دی کہ ہندو لڑکوں کے لئے بھی مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جانا ضروری ہے البتہ نصاب سب ہندو لڑکوں کے لئے مشترک ہو اور ہندو علماء کے مشورے سے مرتب ہو۔

تجویز انضمام

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان صاف اور صریح سمجھوتوں کے بعد تعلیمی مسائل کی حد تک کونسا امر نزاعی یا تصفیہ طلب رہ جاتا ہے۔ میں ہر دو کانفرنسوں کے کارکنان سے پر زور خواہش کروں گا کہ وہ نرسنگ راؤ اور بہادر یار جنگ بہادر کی باہمی مفاہمت کی بنیاد پر ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں اور کم از کم تعلیم جیسے مسئلہ کو فرقہ واری اختلافات سے دور رکھیں۔

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس ایک نہایت قدیم ادارہ ہے جس کی خدمت کا ہر حیدرآبادی معترف ہے۔ البتہ میں اس خیال کی تائید کرتا ہوں کہ کانفرنس کی مجلس انتظامی کے ارکان نیز عہدہ داروں میں غیر سرکاری افراد کی اکثریت ہو تاکہ یہ شبہ رفع ہو جائے کہ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس سررشتہ تعلیمات سرکار عالی کا ایک غیر سرکاری شعبہ ہے۔ مجھے امید ہیکہ وہ ہندو اصحاب جو مسائل تعلیمی میں دلچسپی رکھتے ہیں اور جنہوں نے حیدرآباد پیپلس ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ایک جدید ادارہ قائم کر رکھا ہے میری اس تجویز انضمام پر ٹھنڈے دل سے

غور کریں گے۔

معزز حاضرین۔ مبارک دورِ عثمانی میں حیدرآباد نے جو علمی ترقیاں کی ہیں ان کا ذکر میں اس لئے غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ آج وہ روزِ روشن کی طرح ظاہر و عیاں ہیں۔ البتہ میں چند ایسے مسائل کی جانب ملک کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

صنعتی تعلیم اور بے روزگاری

یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے کہ ہماری حکومت نے ملک کی صنعتی اور معاشی ترقی سے اس وقت تک نمایاں غفلت اور بے اعتنائی برتی ہے۔ اگر ہمارے بین الحکومتی معاہدات یا پیدا موشی کا عمل در آمد ملک کی معاشی ترقی کے راستے میں حائل ہے تو اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے انتہائی اور پرزور کوشش کرنی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ ملک کا ہر طبقہ اور فرقہ اس کوشش میں حکومت کا ساتھ دے گا۔ چند روز پیشتر حیدرآباد کے ایوان تجارت کے سالانہ ڈنر کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے ہمارے صدر اعظم بہادر نے ملک کو یہ خوشخبری دی کہ وہ حیدرآباد کے لئے ایک بندرگاہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کوشش میں بھی ملک ان کے ساتھ ہے۔ حصولِ بندرگاہ سے ملک کو جو اقتصادی فروغ حاصل ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ جنگ کی وجہ سے جو صنعتی چہل پہل ہندوستان اور بیرون ہندوستان نظر آرہی ہے وہ حکومت حیدرآباد کو خصوصاً اور ملک کے سرمایہ داروں کو عموماً دعوت عمل دے رہی ہے پس جدید صنعتوں کا قیام اور صنعتی تعلیم کی عام ترویج و اشاعت حکومت کے لائحہ عمل کا اولین پروگرام ہونا چاہیئے۔ اگر اس پروگرام کو روبہ عمل لانے سے دیگر مدات خرچ، بالخصوص اخراجات نظم و نسق میں تخفیف

کرنی پڑے تو مجھے یقین ہے کہ ایسی تخفیف کا ملک خیر مقدم کرے گا۔ میکنزی اسکیم نے بھی صنعتی و حرفتی تعلیم کی اشاعت کے وافر مواقع مہیا کر دئے ہیں پس ہم سب کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان غریب ہوں یا امیر' ایک متفقہ آواز بلند کرنی چاہیے کہ ملک کی اقتصادی پیمائش کرائی جائے۔ جدید صنعتیں قائم کیجائیں کارخانے کھولے جائیں اور ایک خوشحال حیدرآباد کی بنیاد قائم کیجائے۔ بیروزگاری کا یہی حل ہے اور فاقوں کے سدباب کی یہی صورت ہے۔ اگر ہم نے جنگ کے موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو کچھ نہ کیا۔ موجودہ اربابِ حکومت کی افادیت کو جانچنے کا اس سے بہتر اور صحیح کوئی اور معیار نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے ملک کی اقتصادی ترقی اور انسداد بیروزگاری کے لئے کیا کیا۔ اگر حیدرآباد کی تعلیمی پالیسی کا رجحان یہ نہ ہو' تو وہ یقیناً قابل اعتراض ہے۔

یہاں میں حیدرآباد معاشی کانفرنس کے قیام و انعقاد پر انجمن طیلسانین عثمانیہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے ملک کی توجہات کو صحیح راستہ پر گامزن کرنے کے لئے ایک نہایت مفید اقدام کیا ہے۔

ہماری اپنے ملک سے بے خبری

ایک دوسرا مسئلہ جو بار ہا میرے لئے تکلیف دہ ثابت ہوا ہے یہ ہے کہ ہمارے طالب علم اور عوام دنیا سے باخبر لیکن اپنے آپ سے بے خبر ہیں۔ نہ حیدرآباد کی جغرافیہ سے ان کی واقفیت اچھی ہے اور نہ حیدرآباد کی تاریخ، روایات و اقتصادی حالات سے۔ بالخصوص دورِ آصفجاہی کی تاریخ جیسی کہ چاہئے آج تک نہیں لکھی گئی۔ دورِ آصفجاہی سے متعلق جو تاریخی مواد ہے وہ اسقدر منتشر اور عوام کے دسترس سے باہر ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ میں اس کی شدید ضرورت

سمجھتا ہوں کہ جلد سے جلد دورِ آصفجاہی کی ایک مکمل اور مبسوط تاریخ مرتب کرائی جائے اور وہ شریک نصاب بھی ہو۔ اسی طرح حیدرآباد کے جغرافی اور اقتصادی معلومات چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں عام کئے جائیں تاکہ اپنے ملک سے اہل ملک کی دلچسپی اور محبت میں اضافہ ہو۔

حیدرآباد کے وہ روایات جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی باہمی اعتماد اور رواداری اور ملک و مالک کی وفاداری و بہی خواہی سے متعلق ہیں، اب تک کسی ایک رسالہ یا کتاب کی صورت میں شائع نہیں ہوئے۔ میں خود نہیں جانتا کہ اس خصوص میں کیا مواد کہاں دستیاب ہوسکتا ہے۔ لیکن تاریخ کے تحقیقاتی متعلمین کے لئے ایسا مواد فراہم کرلینا دشوار نہیں ہے۔ میں نے اپنے بزرگ محترم مہاراجہ کشن پرشاد مرحوم مغفور سے بارہا یہ خواہش کی تھی کہ وہ اپنے معلومات کو اپنی مخصوص محفلوں ہی تک محدود نہ رکھیں بلکہ انھیں قلم بند بھی فرمادیں تاکہ آئندہ مورخ کے لئے وہ ایک قیمتی سرمایہ بن جائے۔ مگر افسوس کہ اس کام کی وہ تکمیل نہ فرما سکے۔ حیدرآباد کے قدیم گھرانوں کے بعض افراد اب بھی ایسے موجود ہوں گے جو اپنی یادداشتوں کو مرتب کرلیں تو ایک دلچسپ ذخیرہ مہیا ہوسکتا ہے۔ کیا میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس سے توقع کرسکتا ہوں کہ وہ اس مفید اور ضروری کام کو اپنے ہاتھ میں لے گی؟ اگر ایسا ہوسکا تو اس مواد کی جانچ و تنقیح کے بعد اس کی اشاعت کے اخراجات کا بار میں اپنے ذمہ لینے کے لئے بخوشی آمادہ ہوں۔

مشترکہ زبان کی ترویج حیدرآبادی قومیت کی خدمت ہے

اب صرف ایک ہی ایسا مسئلہ ہے جس پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ

اشاعت زبان اردو کا ہے۔ اردو حیدرآباد کی مشترکہ اور سرکاری زبان ہے۔ اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں زبان اردو کے بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد تقریباً (۸۰) اور (۹۰) لاکھ کے درمیان ہے۔ اگر مدارس شبینہ کے ذریعہ اس زبان کے لکھنے پڑھنے کی تعلیم کا انتظام وسیع پیمانہ پر کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہم حیدرآبادی قومیت اور یہاں کی مشترکہ تہذیب کی بڑی خدمت انجام دیں گے۔ ہماری حکومت نے انجمن ترقی اردو کے لئے جو بیش بہا عطیہ منظور فرمایا ہے اس کا اس سے بہتر مصرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ حیدرآباد میں زبان اردو کی ترویج و ترقی پر اس رقم کا ایک معتدبہ حصہ صرف کیا جائے۔ اس ضمن میں مولوی عبد الحق صاحب کی بلیغ اور انتھک کوششوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو انھوں نے اردو زبان کی خدمت کے ضمن میں انجام دی ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ حکومت سرکار عالی اور مولوی صاحب موصوف میری اس تجویز کے عملی امکانات پر غور فرمائیں گے۔

زبان اردو کے سلسلہ میں میں اس عام مطالبہ کی پر زور تائید کرتا ہوں کہ سررشتہ جات سرکار عالی میں زبان انگریزی کے غیر ضروری استعمال کو سختی کے ساتھ روکنا چاہئے۔

دعوتِ عمل اور دعا

ایک تعلیمی کانفرنس کے خطبہ میں بیسیوں اور مسائل کا ذکر لازما ہوا کرتا ہے جو اب تقریباً ایک رسمی چیز بن گئی ہے۔ مثلاً تعلیم نسواں تعلیم بالغان تربیت جسمانی جبری تعلیم وغیرہ۔ میں ان مسائل کی اہمیت اور ضرورت کا اوسی طرح قائل ہوں جیسا کہ ہر صدر کانفرنس کو ہونا چاہئے لیکن میرے رائے میں یہ چیزیں محض کہنے کی

نہیں ہیں۔ ان کے متعلق اتنا کافی کہا جا چکا ہے کہ اب صرف عمل کی ضرورت ہے ! اس لئے میں ان مسائل کا بالتفصیل ذکر کئے بغیر، حکومت کو دعوت عمل دینے پر اکتفا کروں گا۔

اب میں حضرت بندگان عالی حضور پُرنور مدظلہ العالی کے عمر و اقبال واقتدار میں ترقی کی دُعا پر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔

خداوندا تو میر عثمان علیخان کو تخت آصفی پر تا صد دسی سال قائم و حکمراں رکھ۔

خداوندا تو شہزادگان بلند اقبال اور شہزادیان فرخندہ فال کو اپنے پدر پدر محترم کے زیر سایہ خوش و خرم رکھ۔

خداوندا تو حیدرآباد سے ہر فتنہ و فساد کو ناپید کر اور ہمارے وطن عزیز کو امن و خوشحالی کے راستہ پر گامزن کر اور ہم سب کو نیک کردار بننے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بحق طہٰ و یٰسین۔ فقط

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز